غیر مقلدین کی جانب سے روزے کی نیت کے الفاظ "بصوم غد نویت من شہر رمضان" اور "نویت ان اصوم غداً للہ تعالیٰ من فرض رمضان"
پر پھیلائے گئے وساوس کا مدلل اور تشفی بخش جواب

روزے کی نیت کا مسئلہ

از قلم:

حافظ محمود احمد عرف عبد الباری محمود

نظر ثانی:

ظفر احمد نعمانی

شعبہ نشر و اشاعت

ادارہ تحقیقات اہل السنۃ والجماعۃ (الہند)

محلہ محل، دار العلوم چوک، دیوبند، ضلع سہارنپور، یوپی

رابطہ بذریعہ واٹس ایپ: 9322471046۔ رابطہ بذریعہ ٹیلیگرام: 9322471046

ٹیلیگرام چینل ایڈریس: https://telegram.me/idaratahqiqat

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزے کی نیت کا مسئلہ

ازقلم: حافظ محمود احمد عرف عبدالباری محمود

الحمدللہ رب العٰلمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین. اما بعد!

محترم قارئین! اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن "روزہ" ہے جو ۲ ھ میں فرض ہوا جس کی فرضیت قرآن وحدیث اوراجماع امت تینوں سے ثابت ہے۔

روزے کی فرضیت کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (سورہ بقرہ، آیت:۱۸۳)

"اے ایمان والو! تم پر روزہ ایسا ہی فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم اللہ سے ڈرو (یعنی پرہیزگار بن جاؤ)"۔

اورحدیث پاک میں ہے:

عن طلحة ابن عبيد الله ان اعرابيا جاء إلى رسول الله ﷺ ثائر الرأس فقال: يارسول الله! اخبرني ماذا فرض الله على من الصلاة؟ فقال: الصلوات الخمس إلا ان تطوع شيئا فقال: اخبرني ما فرض الله على من الصيام؟ فقال: شهر رمضان إلا ان تطوع شيئا۔

"حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی پریشان حال بال بکھرے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے پوچھا: یارسول اللہ! بتائیے مجھ پر اللہ نے کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ پانچ نمازیں مگر یہ کہ تم کچھ نفل پڑھ لو، پھر اس نے کہا بتائیے اللہ نے مجھ پر روزے کتنے فرض کیے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ رمضان کا مہینہ کے مگر یہ کہ تم کچھ نفلی رکھ لو۔" (بخاری: حدیث ۱۸۹۱)

ایک اور حدیث میں ہے:

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: أتاكم رمضان شهر مبارك فرض الله عزوجل عليكم صيامه تفتح فيه أبواب السماء وتغلق فيه أبواب الجحيم ، وتغل فيه مردة الشياطين لله فيه ليلة خير من ألف شهر من حرم خيرها فقد حرم۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رمضان بابرکت مہینہ تمہارے پاس آچکا ہے، اللہ عزوجل نے تم پر اس کے روزے فرض کر دیئے ہیں، اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، اور سرکش شیاطین کو بیڑیاں پہنا دی جاتی ہیں، اور اس میں اللہ کے لیے ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس کے خیر سے محروم رہا تو وہ بس محروم ہی رہا۔" (سنن نسائی: حدیث ۲۱۰۸/ قالہ البانی صحیح)

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اسلام کی ایک بنیاد قرار دیا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله، وإقام الصلاة ، وإيتاء الزكاة، والحج، وصوم رمضان۔

"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے:

(۱) گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

(۲) نماز قائم کرنا۔

(۳) زکوٰۃ ادا کرنا۔

(۴) حج کرنا۔

(۵) اور رمضان کا روزہ رکھنا۔" (بخاری: حدیث ۸)

اور مسلم میں ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: »بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسَةٍ، عَلَى أَنْ يُوَحَّدَ اللهُ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَصِيَامِ رَمَضَانَ، وَالْحَجِّ«، فَقَالَ رَجُلٌ: الْحَجُّ، وَصِيَامُ رَمَضَانَ، قَالَ:

»لَا، صِيَامُ رَمَضَانَ، وَالْحَجُّ« هَكَذَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ۔

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے:

اللہ کو یکتا قرار دینے، نماز قائم کرنے، اور زکوٰۃ ادا کرنے، اور رمضان کے روزے رکھنے اور حج کرنے پر۔“ ایک شخص نے کہا: حج اور رمضان کے روزے، فرمایا: نہیں! رمضان کے روزے اور حج۔ اسی طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔“ (دیکھیں: رقم الحدیث ۱۱۱)

رمضان کے روزے کے متعلق اجماع امت ہے کہ رمضان کا روزہ فرض ہے، اس کا انکار کرنے والا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ اس کا تارک فاسق اور اشد گنہگار ہے، چونکہ یہ اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے۔

محترم قارئین! کوئی بھی عبادت چاہے وہ روزہ ہو یا پھر نماز، نیت کے بغیر صحیح نہیں، کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: إنما الأعمال بالنيات، وإنما لكل امرءٍ ما نوى۔

”اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کیلئے وہی ہے جو وہ نیت کرتا ہے“۔ (صحیح بخاری: حدیث ۱)

روزہ کی نیت کب کی جائے:

عن حفصة قالت: قال رسول الله ﷺ ”من لم يجمع الصيام قبل الفجر فلا صيام له“ [رواه الترمذي و ابوداؤد و النسائي و الدارمي و قال ابوداؤد وقفه على حفصة معمر و الزبيدي و ابن عيينة و يونس الايلي كلهم عن الزهري]۔

”حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص روزے کی نیت فجر سے پہلے نہ کرے تو اس کا روزہ (کامل) نہیں ہوتا“۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) اور امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ”معمر، زبیدی، ابن عیینہ اور یونس ایلی ان تمام نے اس روایت کو زہری سے نقل کیا ہے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پر موقوف کیا ہے یعنی اس حدیث کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا قول کہا ہے)۔“

[تشریح]

اس حدیث سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کی نیت اگر رات ہی سے نہ کی جائے تو روزہ درست

نہیں ہوتا خواہ روزہ فرض ہو یا واجب یا نفل۔لیکن اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں:

چنانچہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا تو یہی مسلک ہے کہ روزہ میں نیت رات ہی سے کرنی شرط ہے خواہ روزہ کسی نوعیت کا ہو۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے لیکن نفل کے معاملہ میں ان دونوں کے یہاں اتنا فرق ہے کہ اگر روزہ نفل ہو تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں زوال سے پہلے بھی نیت کی جا سکتی ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آفتاب غروب ہونے سے پہلے تک بھی نیت کر لینی جائز ہے۔

حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ رمضان نفل اور نذر معین کے روزے میں آدھے دن شرعی (یعنی زوال آفتاب) سے (تقریباً ایک گھنٹہ) پہلے پہلے نیت کر لینی جائز ہے لیکن قضاء وکفارہ اور نذر مطلق میں حنفیہ کے یہاں بھی رات ہی سے نیت کرنی شرط ہے۔

ان تمام حضرات کی دلیلیں فقہ کی کتاب میں مذکور ہیں۔(بحوالہ مظاہر حق جدید: جلد ۲ صفحہ ۶۲۲)

زبان سے روزے کی نیت کرنا:

اس کے بعد واضح ہو کہ روزے کی نیت کے الفاظ زبان سے دوہرانا کیسا ہے؟

احناف کے نزدیک روزے کی نیت کے الفاظ کو زبان سے دہرانا جائز و مستحب ہے، چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ''اگر کوئی زبان سے کہہ دے کہ ''یا اللہ میں تیرا کل روزہ رکھوں گی'' یا عربی میں کہہ دے ''بصوم غد نویت'' تو اس میں کچھ حرج نہیں، یہ بھی بہتر ہے۔'' (بہشتی زیور: حصہ سوم: مسئلہ نمبر: ۳۔روزے کا بیان)

نیز دیکھیے: دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند۔

16043:Answer   2009,Sep 07

فتوی:1694=1386/ 1430/ د

فتویٰ کی لنک

http://www.darulifta-deoband.com/home/ur/Sawm-Fasting/16043

اور زبان سے نیت کرنے کے استحباب کے ثبوت کے لیے مفتی شعیب اللہ خان صاحب کی کتاب ''دلیل

نماز بجواب حدیث نماز“ ملاحظہ کیجیے۔

اور غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بابت علماء کرام کے دو قول نقل کیے ہیں جن میں پہلا قول جائز اور مستحب کا ہے۔ دیکھیے: (مجموع الفتاویٰ: جلد ۲۲صفحہ ۲۳۱)

زبان سے روزہ کی نیت کرنے کا ثبوت:

لیکن اس کے برعکس اکثر غیر مقلدین کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ روزے کی نیت کے الفاظ کو زبان سے ادا کرنے کی بڑی شد و مد سے مخالفت کرتے ہیں، اور اس کو بدعت تک کہہ جاتے ہیں. حالانکہ ان کا اُسے بدعت کہنا صحیح نہیں، اس لیے کہ مطلقاً روزے کی نیت زبان سے ادا کرنا حدیث سے ثابت ہے۔

چنانچہ مسلم شریف میں ہے: عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقُلْنَا لَا قَالَ فَإِنِّي إِذَنْ صَائِمٌ۔

”ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طرف تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں، فرمایا تو پھر میں روزہ رکھ لیتا ہوں“۔

فائدہ: اس حدیث میں ”انی اذن صائم“ کے الفاظ ہیں جو نیت کے لیے واضح طور پر زبان سے ادا کیے گئے ہیں۔

مسلم شریف کی ایک اور روایت میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ يَا عَائِشَةُ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا عِنْدَنَا شَيْءٌ قَالَ فَإِنِّي صَائِمٌ۔

”یعنی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن مجھ سے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”تو پھر میں روزہ رکھنے والا ہوں“۔

فائدہ: اس حدیث میں ”انی صائم“ کے الفاظ ہیں جو نیت کے لیے واضح طور پر زبان سے ادا کیے گئے ہیں۔

اورنسائی شریف میں ہے: عن عائشة أم المؤمنين، قالت: دخل على النبي ﷺ ذات يوم فقال: »هل عندكم شيء؟« قلنا: لا، قال: »فإني صائم«.

''ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا تمہارے پاس کچھ (کھانے کو) ہے؟ ہم نے عرض کیا: جی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تو میں روزہ رکھنے والا ہوں''۔

فائدہ: اس حدیث میں بھی ماقبل کی حدیث کی طرح ''انی صائم'' کے الفاظ ہیں جو نیت کے لیے واضح طور پر زبان سے ادا کیے گئے ہیں۔

(واضح رہے کہ ابوعکاشہ ابراہیم شاہین غیر مقلد کی ترجمہ کردہ کتاب ''احکام الصیام'' صفحہ ۴۸ پر نفلی روزہ کی نیت کے سلسلے میں اس کو استعمال کیا گیا ہے)۔

اور یہ حدیث مطلق وارد ہوئی ہے فرض اور نفل روزہ کا کوئی تذکرہ نہیں (اس لیے اس سے فرض روزہ کی نیت کا زبان سے کرنا بھی ثابت ہو رہا ہے) تاہم اس کے سیاق وسباق سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نفلی روزہ کی بات ہے۔ اگر صرف نفلی روزہ ہی کو مان لیں تو بھی ہمارا استدلال درست ہے اس لیے کہ زبان سے نیت کرنا ثابت ہوتا ہے اگرچہ وہ فرض روزہ کی نہیں، لہٰذا غیر مقلدین کا روزے کی نیت زبان سے ادا کرنے کو بدعت بتلانا اور اس کا مطلقاً انکار کرنا غلط ہے۔

زبان سے روزے کی نیت کرنے کا ثبوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے:

اسی طرح روزہ کے لیے زبان سے نیت کا اظہار کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے بھی ثابت ہے، چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

وقالت أم الدرداء: كان أبو الدرداء يقول: »عندكم طعام؟« فإن قلنا: لا، قال: »فإني صائم يومي هذا« وفعله أبو طلحة، وأبو هريرة، وابن عباس، وحذيفة رضي الله عنهم.

''حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: کیا تمہارے پاس کھانا ہے؟ تو اگر ہم کہہ دیتے کہ نہیں ہے تو فرماتے کہ میرا آج کے دن کا روزہ ہے۔ اور ایسا ہی ابوطلحہ و ابوہریرہ، ابن عباس اور حذیفہ رضی اللہ عنہم بھی کرتے''۔

فائدہ: اس روایت سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

۱:- زبان سے روزہ کی نیت کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت ہے۔

۲:- نیت مختلف الفاظ میں بھی کیے جاسکتے ہیں جیسا کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے کہے گئے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔

لہٰذا غیر مقلدین کا روزے کی نیت زبان سے ادا کرنے کو بدعت بتلانا اور اس کا مطلقاً انکار کرنا غلط ہے۔

نیت کے الفاظ ہو بہو کہنا ضروری نہیں:

قارئین! نیت کے الفاظ ہو بہو کہنا ضروری نہیں بلکہ مختلف الفاظ میں بھی کہے جا سکتے ہیں جیسا کہ مسلم شریف کی درج بالا دونوں حدیثوں میں نیت کے مختلف الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں، اور بخاری شریف میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے کہے گئے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔

نیت کے الفاظ اور اس کی تحقیق:

اور اس پر وارد کیے گئے اعتراضات کا جائزہ:

اب ہم آتے ہیں رمضان المبارک میں پاکٹ سائز نماز کا پیوں اور ہمارے ملک میں شائع ہونے والے رمضان المبارک ٹائم ٹیبل والے کارڈ کی طرف جس میں روزے کی نیت کے الفاظ "بصوم غد نویت من شهر رمضان" یا "نویت ان اصوم غداً للہ تعالیٰ من فرض رمضان" لکھے ہوئے دکھائے دیتے ہیں، اس پر بعض غیر مقلدین اپنی جہالتوں کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں اور سادہ لوح عوام کو پریشان کرتے ہیں۔ آئیے ان کی جہالتوں سے پردہ اٹھائیں۔

روزے کی نیت میں مذکورہ الفاظ "بصوم غد نویت من شهر رمضان" اور "نویت ان اصوم غداً للہ تعالیٰ من فرض رمضان" سے متعلق غیر مقلدین کی جہالتیں:

جہالت۔۔[۱]:

قارئین کرام! سلف سے جن کا تعلق دور کا بھی نہیں ہوتا ایسے نام نہاد سلفی (بزعم خویش) اجتہاد کے اعلیٰ

سے اعلیٰ مقام پر فائز نظر آتے ہیں مثلاً: روزہ رکھنے کی نیت کے بارے میں عربی کے وہ الفاظ جو کہ مشہور اور عام ہیں "بصوم غد نویت من شھر رمضان"۔ اور "نویت ان اصوم غداً للہ تعالیٰ من فرض رمضان"۔

ان الفاظ کو خود غیر مقلدین کے مشہور و معروف ایڈوکیٹ فیض سید صاحب نے اپنی ایک ویڈیو میں "دعا" بتلایا ہے۔ (وڈیو لنک https://youtu.be/XKTPPiCLdg8)

ایک اور مشہور غیر مقلد محمد آصف احسان عبدالباقی صاحب نے اپنی کتاب "احکام الصیام" صفحہ ۱۷ پر "بصوم غد نویت من شھر رمضان" کو دعا لکھا ہے۔

اسی طرح فہد محمور نامی ایک فیسبوکی یوزر غیر مقلد نے بھی اپنی ایک پوسٹ میں اس کو دعا لکھا ہے۔

قارئین! جان لیجیے کہ یہ ان غیر مقلدین کی جہالت کا اعلیٰ نمونہ ہے، اس لیے کہ مذکورہ عربی الفاظ میں نہ ہی اللہ تعالیٰ سے کسی طرح کی کوئی فریاد ہے، نہ ہی اللہ تعالیٰ کی تعریف اور التجا ہے اور نہ ہی کوئی درخواست و عاجزی مذکور ہے۔ جبکہ دعا میں فریاد التجا اور درخواست و عاجزی ہوتی ہے جیسے اذان کے بعد کی دعا اور دشمنوں کے مکروفریب سے اللہ کی پناہ کی دعا، دعا یہ ہے: اللّٰھم انا نعوذبك من شرورھم۔۔۔ "اے اللہ! ہم ان کے مکر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔۔۔"

اس کے علاوہ آپ دعا کی کوئی بھی کتاب اٹھا کر دیکھ سکتے ہیں جیسے مقبول و مسنون دعا، حصن حصین وغیرہ۔

جہالت۔۔۔[۲]:

غیر مقلد فہد محمور نے لکھا کہ "یہ دعا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں"، جو کہ اس کی جہالت نمبر ۲ ہے۔

اسی طرح محمد آصف احسان عبدالباقی صاحب غیر مقلد نے اپنی جہالت کا دوسرا نمونہ یہ دیا کہ انہوں نے عوام کو یہ کہہ کر دھوکا دینے کی کوشش کی کہ "یہ دعا کسی بھی قسم کی حدیث سے ثابت نہیں"۔ (احکام الصیام: ص ۱۷) حالانکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ دعا نہیں اور دوسری بات ان کے بقول اگر مان لیا جائے کہ یہ دعا ہے تب بھی اس دعا کے پڑھنے اور لکھنے والوں کا اس بات کا دعویٰ ہی نہیں ہوتا کہ یہ حدیث میں ہے، اگر لکھنے اور پڑھنے والے یہ دعویٰ کرتے کہ یہ دعا ہے اور حدیث میں ہے تو محمد آصف احسان عبدالباقی صاحب کا یہ کہنا درست ہوتا کہ "یہ دعا کسی بھی قسم کی حدیث سے ثابت نہیں"۔ اور فہد محمور کا یہ کہنا بھی صحیح ہوتا کہ "یہ دعا کسی صحیح

حدیث سے ثابت نہیں'، ورنہ تو یہ سیدھے اور سادہ ذہن لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالنا چاہ رہے ہیں۔

جہالت۔۔۔[۳]:

غیر مقلد فہد محمور اس عربی الفاظ (بصوم غد نویت من شهر رمضان) کو ایک طرف صحیح حدیث میں نہ ہونے کی بات کرتا ہے مگر دوسری طرف اس کو حدیث ہی بنا دیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:

''اس منگھڑت حدیث۔۔۔''

جہالت۔۔۔[۴]:

یہ ہے کہ فہد محمور غیر مقلد نے اس عربی عبارت کے پڑھنے والے پر جاہل ہونے کا فتویٰ دے ڈالا ہے جبکہ اس کا پڑھنے والا جاہل نہیں ہے، اس لیے کہ اس میں جو لفظ ''غداً'' (بمعنی کل) استعمال ہوا ہے وہ اپنے موقع ومحل کے لحاظ سے مناسب اور درست ہے، اس لیے کہ؛ اولاً: نیت کے یہ الفاظ رات سونے سے پہلے یا شام کے وقت افطاری کی دعا کے ساتھ کہے جانے کے لیے کہے جاتے تھے۔

حاشیۃ الشلبی کا ایک اقتباس ہے:

(فائدة) قال فی البراءة فی آخر باب الاعتكاف و من السنة أن يقول عند الإفطار اللهم لك صمت و بك آمنت وعليك توكلت وعلى رزقك افطرت و صوم الغد من شهر رمضان نويت فاغفرلی ماقدمت وما أخرت۔۔۔ أه (حاشیۃ الشلبی مع تبیین الحقائق: جلد ا صفحہ ۳۴۲)

اس لحاظ سے یہ الفاظ عربی زبان کے قواعد کے مطابق درست ہیں۔

ثانیاً: اللہ پاک نے رات اور دن دونوں الگ الگ بنائے ہیں رات کا اطلاق غروب آفتاب سے صبح صادق تک اور دن کا اطلاق صبح صادق کے بعد سے غروب شمس تک ہوتا ہے، چنانچہ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: جلد ۴ صفحہ ۳۱۶ طبع دار الکتب العلمیہ میں ہے:

''فمثال الإضافة إلى الزمان المستقبل أن يقول لزوجته: أنت طالق غداً، وفی هذه الحالة تطلق منه عند حلول اول جزء من الغد، وهو طلوع الصبح''۔ (زمانہ مستقبل کی طرف نسبت کی مثال یہ ہے کہ اپنی بیوی سے کہے: تجھے کل طلاق ہے۔ اور اس حالت میں کل (غد) کے پہلے جزء

کے آنے پر طلاق ہوگی اور وہ صبح کا طلوع ہونا ہے۔)

اسی سلسلہ میں ''غد'' کے اطلاق کا ایک اور حوالہ پیش خدمت ہے۔

(ولو قال: أنت طالق غداً وقع عليها الطلاق بطلوع الفجر، لأنه وصفها بالطلاق فى جميع الغد، وذٰلك بوقوعه فى أول جزء منه) ش: أى من الغد وهو طلوع الفجر، لأن الغد يتحقق فى ذلك الوقت۔ (البنایۃ شرح الھدایۃ: ج ۵ ص ۳۲۲ ط: دار الکتب العلمیہ)

یہ صرف اس بارے میں ہے کہ ''غداً'' کا اطلاق کس وقت سے شروع ہوگا۔اب اگر ایک شخص طلوع فجر سے آدھا گھنٹہ پہلے یہ الفاظ کہتا ہے تب بھی طلاق کا یہی وقت ہوگا۔

جس وقت نیت کے یہ الفاظ ادا کیے جارہے ہوتے ہیں اس وقت طلوع صبح نہیں ہوئی ہوتی۔اس لیے ان الفاظ کا اطلاق عربیت کے منافی نہیں ہے۔

لہٰذا اگر کوئی نیت میں یہ عربی الفاظ استعمال کرے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ وہ صبح صادق کے بعد سے شروع ہونے والے دن کا روزہ رکھ رہا ہے،اس لیے کل یعنی ''غداً'' کا لفظ بولتا ہے یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ سحری آج کے روزہ کے لیے کیا ہے اور نیت کل کی کررہا ہے۔

اس کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے،چنانچہ سنن ترمذی،کتاب الصوم میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ الهِلاَلَ، قَالَ: أَتَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: يَا بِلاَلُ، أَذِّنْ فِي النَّاسِ أَنْ يَصُومُوا غَدًا۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا، تو اس نے کہا: میں نے ہلال (چاند) دیکھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے بلال! لوگوں میں اعلان کردو کہ وہ کل روزہ رکھیں''۔(ترمذی: حدیث ۶۵۱)

اس روایت میں غور کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''أَذِّنْ فِي النَّاسِ أَنْ يَصُومُوا غَدًا'' (لوگوں میں اعلان کردو کہ وہ کل روزہ رکھیں)

جس سے پتہ چلتا ہے کہ مغرب میں چاند دیکھنے کی گواہی مل جانے پر آپ ﷺ نے شب گزرنے کے بعد صبح صادق سے شروع ہونے والے دن کے لئے لفظ "غدا" کا استعمال کیا ہے۔

افسوس معترض غیر مقلدین کی عقلوں پر! اور عربیت سے ان کی ناواقفیت پر!

انہیں "غداً" کے محل استعمال اور اس کے معنی کا ہی پتہ نہیں اور دعویٰ خود سے قرآن وحدیث سمجھنے کا!!

یہ بیچارے سمجھتے ہیں کہ ایک لفظ کا ایک ہی معنی ہوتا ہے، اور وہ بھی وہ جو انہیں باپ دادا سے وراثت میں ملا ہوتا ہے، لغت تو یہ دیکھ نہیں سکتے؛ کیونکہ اس کے لیے بھی علم کی ضرورت ہے اگر تھوڑا بہت جان لیا تو اردو-عربی اور عربی-اردو لغت دیکھ لیا؛ لیکن اس میں وہ ساری باتیں کہاں ملنے والی جو عربی کی بڑی بڑی کتب لغات میں ملتی ہیں اور عربوں کے یہاں معتبر مانی جاتی ہیں، کہاں عربی لغت کی ۴۰، ۴۵ جلدیں اور کہاں اردو کی مصباح اللغات، القاموس الوحید وغیرہ جو ایک یا زیادہ سے زیادہ دو جلدوں میں ہیں، اب آپ ہی اندازہ لگائیے کہ جو باتیں ۲۵، ۵۰ جلدوں میں ہیں وہ ۱، ۲ جلدوں میں کیسے آسکتی ہیں۔ اب اگر کوئی مصباح اللغات دیکھ کر یا باپ دادا سے وراثت میں ملے ہوئے معنی کو لیکر اعتراض کرتا ہے تو اُسے کیا کہیں گے؟ غالباً باؤلا کہیں گے۔

دیکھیے!!! غیر مقلدین نے جس لفظ (غد) کو لے کر اعتراض کیا ہے اس کے وہی ایک معنی نہیں ہے جو وہ بیان کرتے ہیں یعنی (کل)؛ بلکہ اس کے اور بھی معنی ہیں جن کا استعمال کلام عرب بلکہ خود قرآن پاک میں بھی ہوا ہے۔

لغت کی ایک بڑی کتاب "النہایہ" میں حضرت عبد المطلب کا ایک شعر ذکر کیا گیا ہے:

لا يغلبن صليبهم -ومحالهم غداً محالك.

اس شعر کو ذکر کرنے کے بعد صاحب نہایہ کہتے ہیں کہ عبد المطلب نے "غد" سے وہ کل مراد نہیں لیا ہے جو آج کے بعد آنے والا ہے؛ بلکہ قریبی زمانے کو مراد لیا ہے (اور وہ قریبی زمانہ آج بھی ہوسکتا ہے اور کل کے بعد پرسوں، نرسوں بھی ہوسکتا ہے)۔

اسی طرح قرآن کریم میں ہے: وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۙ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ۔

"اور (اے پیغمبر!) کسی چیز کے متعلق یہ ہر گز نہ کہو کہ میں کل اسے کر ہی دوں گا، مگر (یہ کہو) کہ اللہ چاہے گا

تو (کردوں گا)"۔

اس میں بھی "غد" سے بعینہ کل مراد نہیں ہے ورنہ مطلب میں خلل آتا ہے؛ کیونکہ مقصود صرف کل کے کام کیلئے ان شاء اللہ کہنا نہیں ہے؛ بلکہ اگر آج ہی کوئی کام کرنا ہے تو بھی ان شاء اللہ کہنا ہے اور پرسوں، نرسوں کوئی کام کرنا ہے تو بھی ان شاء اللہ ضروری ہے، اگر وہاں مصباح اللغات والا معنی لیا گیا تو مطلب ہوگا کہ اگر کل کے دن کوئی کام کرنے کا ارادہ ہو تو ان شاء اللہ کہنا ضروری ہوگا دوسرے دن میں نہیں۔

اور سورہ لقمٰن میں اللہ پاک نے بیان فرمایا ہے: وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا "اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا"۔

اس میں بھی "غد" سے بعینہ کل مراد نہیں ہے بلکہ اس میں لفظ "غد" کا معنی اگلے لمحے کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔

اسی طرح سورہ حشر میں ہے: "وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ"

"ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے کیا آگے بھیجا ہے"۔

اس میں بھی "غد" سے مراد آئندہ کل نہیں ہے بلکہ قیامت کا دن مراد ہے، اب غیر مقلدین کیا کہیں گے!!!

یہ تو تھی ان کی عربیت سے ناواقفیت کی دلیل، ساتھ ساتھ میں یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ ان کا تفسیر سے کوئی تعلق نہیں ورنہ کیا بات ہے کہ انہیں قرآن میں آئے لفظ "غد" کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ ایک اور چیز ہے جس سے یہ ناواقف ہیں اور جسے عربی زبان کی کنجی کہا جاتا ہے، وہ ہے نحو وصرف یعنی عربی کے گرامر، اس میں ایک چیز ہے معرفہ نکرہ، اس کے استعمال سے بھی معنی بدل جاتے ہیں؛ چنانچہ اسی لفظ "غد" کو لے لیجیے اگر اسے معرفہ یعنی الف لام کے ساتھ (الغد) استعمال کرتے ہیں تو عموماً اس کا معنی "آئندہ کل" ہوتا ہے، کبھی کبھی قرینہ کی وجہ سے دوسرے معنیٰ مراد لے لیے جاتے ہیں جیسے اہل عرب کہتے ہیں "سیکون لك الغد الافضل" اس میں "الغد الافضل" سے مراد شاندار مستقبل ہے اور اس کا قرینہ لام اختصاص ہے۔ اور اگر نکرہ (غد) استعمال کرتے ہیں تو وہی معنی مراد ہوں گے جو عبد المطلب کے شعر اور قرآن میں ہیں، اور یہی استعمال (نکرہ والا) نیت کے الفاظ میں بھی ہے لہٰذا وہاں بھی وہی معنی مراد ہوگا یعنی صبح صادق کے فوراً

بعد والا زمانہ۔

لیکن ایڈوکیٹ فیض سید اور فہد محمور سمیت ایک اور غیر مقلد ابوعدنان محمد منیر قمر نے یہاں اپنی جہالت سے ۲۴ گھنٹے گزرنے کے بعد آنے والا جو دن ہوتا ہے اسے سمجھ لیا ہے۔

(دیکھیے: نماز و روزہ کی نیت: صفحہ ۳۶،۳۷)

تیسری بات مجھے اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ فہد محمور غیر مقلد کل کسی کو عربی اخبار یا عربی کا کوئی لٹریچر پڑھتا دیکھ کر جاہل ہونے کا فتویٰ نہ لگا دے لہٰذا فہد محمور غیر مقلد کو میرا مشورہ ہے کہ کسی مقلد کے مدرسے کا چکر دو چار بار لگا لے، ان شاء اللہ علم کی کچھ روشنی مل ہی جائے گی اور اس کی کم فہمی اور علم سے ناواقفیت اور جہالت پر میں مضمون لکھوں تو مستقل ایک کتاب تیار ہو جائے گی، لیکن میں مضمون کو طول نہ دے کر کے جناب والا فہد محمور غیر مقلد (اور وہ تمام غیر مقلدین جو نیت میں لفظ "غدا" استعمال کرنے کو غلط، جہالت اور بدعت بتاتے ہیں) سے چند سوال کرتا ہوں جن کا جواب پوری ایمان داری و دیانت داری سے چاہیے۔ ورنہ (جواب نہ دے پانے کی صورت میں) گزارش کرتا ہوں کہ اس طرح کی پوسٹ لگا کر اور بیان دے کر خود کو جاہل نہ بناؤ۔

۱) شارح مسلم امام نووی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "روضۃ الطالبین...(ج ۲، ص ۲۵۰)" میں روزہ کی مکمل نیت کچھ اس طرح لکھتے ہیں:

أَنْ يَنْوِيَ صَوْمَ غَدٍ عَنْ أَدَاءِ فَرْضِ رَمَضَانَ هٰذِهِ السَّنَةِ لِلّٰهِ تَعَالَى۔

"روزہ دار اللہ تعالیٰ کے لیے اس سال کے رمضان کے کل کے روزے کی فرضیت کی ادائے گی کی نیت کرے"

اس میں شارح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ "غد" کا استعمال کیا ہے، لہٰذا آپ بتائیں کہ کیا انہوں نے جہالت کا ارتکاب کیا ہے؟

۲) سعودی عرب کے مشہور عالم دین شیخ عبداللہ بن صالح فوزان اپنی کتاب "احادیث الصیام احکام و آداب" کے صفحہ ۲۴ / پر نیت کی بحث میں لکھتے ہیں:

فَمَنْ خَطَرَ بِبَالِهٖ أَنَّهٗ صَائِمٌ غَدًا فَقَدْ نَوٰى۔

"جس کے دل میں خیال آ گیا کہ وہ کل روزہ رکھے گا تو گویا کہ نیت ہوگئی"۔

یہاں شیخ صالح فوزان نے بھی "غداً" کا لفظ استعمال کیا ہے آپ بتائیں کیا انہوں نے بھی جہالت والا کام کیا؟

۳) اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جن کی تحقیق پر آپ لوگوں کو بڑا فخر ہوتا ہے اپنے فتاویٰ مستدرک علی مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ کی جلد ۳ صفحہ ۱۷۱ میں لکھتے ہیں:

ومن خطر فی قلبه أنه صائم غدا فقد نوی۔

"جس کے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ کل روزہ رکھنے والا ہے تو اس نے نیت کر لی"۔

اس میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لفظ "غداً" استعمال کیا ہے تو آپ کی عربی دانی کے لحاظ سے کیا انہوں نے بھی جہالت کا ارتکاب کر لیا؟ بتائیں!

نوٹ:

قارئین کرام! نیت دل کے ارادے کا نام ہے (جیسا کہ "الدر المختار" میں نماز کی نیت کے سلسلہ میں مرقوم ہے: النية...هي الإرادة.. لامطلق العلم... والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للإرادة فلا عبرة باللسان إن خالف القلب لأنه كلام لا نية۔

(کتاب الصلوٰۃ: "باب شروط الصلاۃ"، بحث النیۃ)

"نیت ارادہ کا نام ہے نہ کہ صرف جان لینے کا اور نیت میں دل کے عمل کا اعتبار ہے جو ارادہ کے لیے ضروری ہے تو اگر دل میں ارادہ نہ ہو تو زبان کا کوئی اعتبار نہیں اس لیے کہ وہ ایسا کلام ہے جو بغیر نیت کے ہے"۔) اگر کوئی زبان سے نیت کے الفاظ ادا کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں، نہ اس کو کوئی فرض سمجھتا ہے، نہ ہی واجب اور نہ ہی سنت۔

زبان سے نیت کے مذکورہ الفاظ "بصوم غد نویت من شهر رمضان" اور "نویت ان اصوم غداً لله تعالىٰ من فرض رمضان" کہنا نہ تو قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور نہ ائمہ متقدمین سے اس لیے اصل نیت دل ہی کی ہے مگر لوگوں پر وساوس و خیالات اور افکار کا غلبہ رہتا ہے جس کی وجہ سے نیت کے وقت دل متوجہ نہیں ہوتا۔ دل کو متوجہ کرنے کے لیے نیت کے الفاظ زبان سے بھی ادا کر لینے کو علماء نے مستحب لکھا ہے، تاکہ زبان کے ساتھ کہنے سے دل بھی متوجہ ہو جائے، چنانچہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں:

”دل میں امامت کی نیت کرے اگرزبان سے بھی کہے تواچھاہے“۔(غنیۃ الطالبین(مترجم):ص ۶۳۵)

علامہ ابن العربی مالکی نے کتاب القبس شرح مؤطامالک بن انس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل فرمایاہے:

”أما انه يستحب للمشوش الخاطر المسوس الفكر اذا خشی الا يرتبط له فی قلبه عقد النية ان يعقده بالقلب حتی يذهب عنه اللبس“۔

”جوشخص پراگندہ خیال اوروسوسوں کاشکار ہواُسے اس بات کااندیشہ ہوکہ دل میں نیت جمتی نہیں تو مستحب ہے کہ وہ زبان سے دل کومضبوط کرے تاکہ تشویش ختم ہوجائے“۔(کتاب القبس لابن العربی:ج ۱ص ۲۱۴)

مالکیہ بھی دفع وساوس کے لیے زبان سے نیت کے الفاظ دوہرانے کومندوب مانتے ہیں۔

(دیکھئے:کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:جلد ۱ص ۱۹۵)

معلوم ہواکہ اس کے قائل صرف اہل السنۃ والجماعۃ احناف ہی نہیں بلکہ مالکیہ،شافعیہ اورحنابلہ بھی ہیں۔

اس پر دلیل بھی ملاحظہ ہومگر پہلے یہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتاہے:

وَمَآ أُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (سورۃ بینہ:پارہ ۳۰/آیت ۵)

”اورحکم نہیں دیاگیامگر یہ کہ اللہ کی عبادت کریں اس کے لیے دین کوخالص کرتے ہوئے“

اس آیت سے پتہ چلتاہے اللہ کاحکم یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کوخالص کرکے اداکرناچاہیے۔

لہٰذاجب دل میں کی گئی عبادت کی نیت کوزبان سے دہرالیاجائے گاتومعاملہ پختہ ہوجائے گاکیونکہ زبان دل کی ترجمان ہے۔

اب وہ حدیث ملاحظہ فرمائیں جن سے ثابت ہوتاہے کہ زبان دل کی ترجمان ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: »لَا يَسْتَقِيمُ إِيمَانُ عَبْدٍ حَتّٰى يَسْتَقِيمَ قَلْبُهُ، وَلَا يَسْتَقِيمُ قَلْبُهُ حَتّٰى يَسْتَقِيمَ لِسَانُهُ، وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ «

”بندے کاایمان درست نہیں ہوسکتایہاں تک کہ اس کادل درست ہوجائے،اوراس کادل درست نہیں ہوسکتایہاں تک کہ اس کی زبان درست ہوجائے،اورایساشخص جنت میں داخل نہیں ہوسکتاجس کاپڑوسی

اس کی ایذاء رسانی سے محفوظ نہ ہو۔"
(مسند احمد: حدیث ۱۳۰۴۸۔ السلسلۃ الصحیحۃ: حدیث ۲۸۴۱۔ صحیح الترغیب والترہیب: حدیث ۲۵۵۴)

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: »وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَا يُسْلِمُ عَبْدٌ حَتَّى يُسْلِمَ قَلْبُهُ وَلِسَانُهُ وَلَا يُؤْمِنُ حَتَّى يَأْمَنَ جَارُهُ بَوَائِقَهُ«
"اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کوئی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا، جب تک اس کا دل اور زبان مطیع نہ ہو جائیں اور کوئی بندہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا، جب تک ایسا نہ ہو جائے کہ اس کا ہمسائیہ اس کے شرور سے محفوظ رہے۔" (مسند احمد: حدیث ۳۶۷۲)

فائدہ: ان احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ زبان دل کی ترجمان ہے۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول سے واضح ہے کہ زبان سیدھی ہوتی ہے تو دل سیدھا ہوتا ہے بالفاظ دیگر زبان دل کی ترجمان ہے۔
یہی وجہ ہے کہ ہم دل کی نیت زبان سے دہراتے ہیں تاکہ دل سیدھا رہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول پر عمل ہو جائے۔

اور غیر مقلدین کے رہبر اعظم شیخ البانی صاحب فرماتے ہیں: "نیت کی جگہ دل ہے... زبان سے کہنا مستحب ہے تاکہ جو کچھ دل میں ہے اس کی تاکید الفاظ کے ذریعہ ہو جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج اور عمرہ کا تلبیہ زبان سے ادا کیا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی زبان سے ادا کیا تھا"۔
(فتاویٰ البانیہ: ج۱ص ۳۳۳)

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

محترم قارئین! بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ لوگ صبح صادق سے قبل کسی وجہ سے اس مذکورہ نیت "بصوم غد نویت من شهر رمضان" اور "نویت ان اصوم غداً للہ تعالیٰ من فرض رمضان" کو نہیں کہہ پاتے تو وہ بعد میں طلوع شمس کے بعد مذکورہ الفاظ میں نیت کرتے ہیں، تو اس پر غیر مقلدین اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھو کہ وہ روزہ آج کا رکھ رہا ہے اور نیت کل کی کر رہا ہے جس سے اس کا جاہل ہونا اور اس کے روزہ کا خراب ہونا لازم آتا ہے۔

جواب محترم قارئین! اس کا آسان جواب یہ ہے کہ

اولاً: طلوع شمس کے بعد مذکورہ الفاظ میں نیت کرتے وقت روزہ رکھنے والے کا ارادہ ہی نہیں ہوتا ہے کہ وہ کل کے روزہ کے لئے نیت کر رہا ہے۔

ثانیاً: اگر کوئی شخص طلوع شمس کے بعد مذکورہ الفاظ میں نیت کرلے تو اس سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، کیونکہ یہاں پر لفظ "غداً" کا معنی اگلے لمحے اور قریبی وقت کا مراد ہوگا نہ کہ آئندہ کل۔ جیسا کہ سورہ لقمٰن اور سورہ کہف میں آئے لفظ "غداً" کے معنی سے پتہ چلتا ہے۔

ثالثاً: اگر غیر مقلدین کی مان لیا جائے کہ آئندہ کل مراد ہے تب بھی اس سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اس لیے کہ اعتبار دل کے ارادہ کا ہے، اگر زبان سے الفاظ غلط بول دیئے جائیں پھر بھی نیت ہی کا اعتبار ہوتا ہے، جیسے کوئی شخص ظہر کے ارادہ سے نماز پڑھ رہا ہے، لیکن غلطی سے زبان سے عصر کی نماز کی نیت کا اظہار کرلے تو یہ ظہر ہی کی نیت سمجھی جائے گی، نہ کہ عصر کی۔ لہٰذا اعتراض باطل ہے۔

آخر میں زبان سے نیت کے الفاظ دوہرانے کو بدعت کہنے والوں سے ہمارے چند سوالات ہیں:

۱) آپ لوگ جو زبان سے نیت کے الفاظ دوہرانے کو بدعت کہتے ہیں اس کی دلیل کیا ہے؟

۲) کیا اللہ پاک اور اس کے رسول ﷺ نے اس کو بدعت قرار دیا ہے؟

۳) آپ غیر معصوم امتی کے اقوال سے اس کو بدعت ثابت کرتے ہیں مگر جن غیر معصوم امتی کے اقوال سے اس کا مستحب اور درست ہونا ثابت ہوتا ہے تو اس کو آپ لوگ کیوں نہیں مانتے؟

یا ان پر کوئی فتویٰ کیوں نہیں ٹھوکتے؟ صرف احناف کو ہی اس کا نشانہ کیوں بناتے ہیں؟

اللہ پاک صحیح سمجھ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و أصحابہ اجمعین

نوٹ: قارئین کرام! مطالعہ کے دوران اس مضمون میں کوئی علمی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں۔ ادارہ آپ کا مشکور رہوگا۔

رابطہ بذریعہ واٹس ایپ: 9322471046